زکوۃ کے مصارف اور عصری مسائل

مفتی محمد رفیق الحسنی

(گزشتہ سے پیوستہ)

زکوۃ کی رقم بطور عیدی دینے کا حکم:

رشتہ دار فقراء کے نابالغ عاقل بچوں کواور غیر عاقل بچوں کے اولیاء کواور اغنیاء رشتہ داروں کے عاقل بالغ فقراء بچوں کوعید کے دنوں میں عیدی یا خوشی کے موقع پر ہدیہ، زکوۃ کی رقم سے زکوۃ کی نیت کے ساتھ دیناجائز ہے زکوۃ کانام لیناضروری نہیں لیکن زکوۃ کی نیت ضروری ہے۔ (ردالمحتار ص:۳/ ۳۰۷)

گھر کے نوکروں کوزکوۃ دینے کاحکم:

اگر معلم اپنے نائب زکوۃ کے مستحق آدمی کوزکوۃ دے دے یا مکان کا مالک اپنے گھر کام کرنے والوں کوزکوۃ کے مستحق خادموں اورنوکروں کوزکوۃ دے یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ بطوراجرت یاتنخواہ نہ ہو۔(درمختار) (اس میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ یا بعد یہ توقع نہ رکھی جائے کہ اس احسان کی وجہ سے اب ملازمین یا خادمین پہلے سے زیادہ کام کاج کریں اور وقت اور محنت زیادہ صرف کریں۔ (مدیر) لہذا ٹیوشن پڑھانے والے طالب علموں کوبچوں کاوالدبطوراجرت تنخواہ دے یامالک اپنے نوکروں اورگھرمیں اجرت پرکام کرنے والے خادموں عورتوں اورمردوں، کوبطوراجرت زکوۃ دےتوزکوۃ ادانہیں ہوگی۔

رفیق سفر طلباء کے کرایہ میں زکوۃ دیناجائز نہیں:

بعض اساتذہ یاناظمین یامدرسین اپنے سفرمیں طلباء کواپنی حاجت کے لئے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ سفرمیں ان کے ساتھ تعاون کریں۔ان طلباء کے کرایوں میں زکوۃ کی رقم دیناجائز نہیں ہے کیونکہ طلباء کاکرایہ استاذیاناظم پراس کی ذاتی جیب سے واجب ہے۔(رفیق حسنی)

☆الكون بنيى على النظام فعليك بالترتيب فى ملبسك وبيتك ومكتبك وواجبك.☆

غنی بہنوئی کی بیوی کو زکوۃ دینا جائز ہے:

اگر کسی آدمی کا غنی بہنوئی اپنی بیوی کو نصاب یا نصاب سے زائد مہر کا مال نہیں دے رہا جبکہ اس کے ملک میں غنی ہونے کے نصاب کے مساوی یا زائد مال ہے۔صاحب زکوۃ اس کی بیوی یعنی اپنی بہن کو زکوۃ دے سکتا ہے کیونکہ دَین مجحود(انکارکردہ) کالعدم ہوتا ہے لہذا اس کی بیوی فقیرہ ہے۔گویا شوہر پر واجب دَین کی مالک نہیں ہے۔اوراگر اس کا شوہر غنی ہے اور بیوی جب بھی مہر کا مطالبہ کرے وہ دے دے گا تو صاحب زکوۃ اپنی بہن کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔

اگر بہن کا شوہر فقیر ہے مہر ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا لیکن منکر بھی نہیں ہے آدمی ایسی بہن کو زکوۃ دے سکتا ہے کیونکہ مہر دَین ضعیف ہے جب اس کا زکوۃ کے وجوب میں اعتبار نہیں ہے تو زکوۃ لینے کے استحقاق میں بھی اس کے وجود کا اعتبار نہیں ہے۔(ص:۳/ ۳۰۸)

زکوۃ کی رقم فقراء خود اٹھالیں تو زکوۃ ادا ہو جائے گی:

اگر کسی شخص نے زکوۃ کی رقم اپنے ہاتھ میں یا ایسی جگہ رکھی جہاں سے خود فقراء اٹھا سکتے ہیں فقراء نے اس کی رضا سے زکوۃ لوٹ لی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ تملیک متحقق ہے اورزکوۃ الگ کرتے وقت نیت موجود تھی اور مالک کی رضا نہ ہو تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ اموال باطنہ کی زکوۃ میں زکوۃ دینے والے کا زکوۃ دینے میں اختیار شرط ہے اذن نہ ہونے کی وجہ سے یہاں اختیار نہیں ہے۔(شامی:ص:۳/ ۳۰۸)

مجہول فقراء کو زکوۃ ادا نہیں ہوتی:

صاحب مال سے زکوۃ کا مال گر گیا اور فقیر نے اٹھالیا مالک فقیر کو جانتا ہے فقیر نے ابھی مال خرچ نہیں کیا تھا اور مالک نے اجازت دے دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ تملیک اور نیت موجود ہے اور اگر فقیر کو مالک نہیں جانتا مگر مالک راضی ہو گیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ مجہول آدمی کے لیے تملیک معتبر نہیں ہوتی کیونکہ مجہول آدمی پر راضی ہو جانے سے اباحت ہوتی ہے تملیک نہیں ہوتی اور اگر زکوۃ کا مال اٹھانے والا فقیر معلوم ہے مالک نے اجازت دی مگر فقیر نے اجازت سے پہلے زکوۃ کا مال خرچ

کردیا تھا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ اب نیت کرنا صحیح نہیں ہوگا۔نیت کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب مال موجود ہو۔(شامی:ص:۳/۳۰۸)

صدقہ نفلی کا حکم:

اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفایت سے زائد مال سے نفلی صدقات کرنا مستحب ہے مگر اہل وعیال کی کفایت کے مقدار مال میں سے اس وقت صدقہ کرنا جبکہ اہل وعیال نفقہ کے محتاج ہوں گناہ ہے اور جائز نہیں ہے البتہ خود اپنی کفایت کا مال وہ آدمی خرچ کرسکتا ہے جو متوکل اور صابر ہے اور جو شخص صبر نہیں کرسکتا اس کو اپنی ضرورت کا مال صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔اور تاتارخانیہ میں محیط سے ہے کہ جو شخص نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے وہ سب مومنوں اور مومنات کے لئے نیت کرے کیونکہ اس کا ثواب ان سب کو پہنچتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی۔شامی میں ہے:

’’الافضل بمن تصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولاینقص من اجرہ شیء واللہ تعالی اعلم‘‘(ص:۳/۳۰۹)

یعنی اس شخص کے لئے افضل ہے جو نفلی صدقہ کرتا ہے وہ سب مومنوں اور مومنات کی نیت کرے کیونکہ ان سب کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے اجر میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوتی۔واللہ تعالی اعلم

حرام مال مباح الانتفاع کی بیع وشراء سے آمدنی پر زکوۃ کا حکم:

ہم نے لکھا تھا کہ موجودہ دور میں دم مسفوح مریض مسلمان کے آپریشنوں اور ایکسیڈنٹ شدہ زخمیوں کے حق میں بھی مال متقوم ہوگیا ہے کیونکہ شدید ضرورت اور لوگوں کے تعامل نے اسے مال اور پھر متقوم بنادیا ہے۔فقہ کی کتب میں فقہاء کرام کی جانب سے مال کی ذکر کی گئی تعریف اجتہادی تھی،قرآن یا حدیث میں نہیں ہے۔فقہاء کی تعریفات اپنے اپنے زمانہ اور عرف کی بنیاد پر ہیں۔قرآن وحدیث میں اللہ تعالی اور رسول ﷺ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے دم مسفوح اور خنزیر اور میتہ اور وہ جانور جن پر ذبح کے وقت ذبح کے عمل پر غیر کا نام لیا جائے مسلمانوں

کے لئے حرام کیے ہیں‘ان اشیاء کے حرام ہونے اور بیع شراء کے ناجائز ہونے کے حکم کے باوجود فقہاء کرام نے اپنے دور کے عرف کے مطابق بعض حرام جانوروں کی بیع اور شراء کو خارج کیا۔

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفات:

دارالحرب اور دارالاسلام کے متعلق امام اہلسنت الشاہ مولانا احمد رضا خان رحمہ اور فقہاء کی تحقیق کے مطابق دارالحرب کی تعریف:

دارالحرب وہ مملکت یا شہر ہے جس پر کبھی اسلامی حکومت نہیں رہی‘اسے ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مسلمانوں نے فتح نہیں کیا یا اسلامی حکومت کے بعد کفار نے اس پر غلبہ اور قبضہ کر کے حکومت قائم کر لی ہو اور شعائر اسلامی عیدین‘جمعہ‘اذان پر کلیۃً پابندی لگادی ہو اور کافروں کی سلطنت کے ساتھ کسی طرف سے متصل ہو‘مسلمانوں کی حکومتوں کا چاروں طرف احاطہ نہ ہو اور اس مغلوبہ اسلامی ریاست میں مسلم اور ذمی کو سابقہ اسلامی امان کی وجہ سے امان نہ رہے اور اس میں کفر اور شرک کے احکام نافذ اور جاری کر دیے جائیں۔

اگر اسلامی ریاست پر کافر قبضہ کرلیں اور اسلامی شعائر پر پابندی نہ لگائیں‘وہ اسلامی ریاست دارالحرب نہیں بنے گی۔

اگر اسلامی شعائر پر پابندی لگادیں مگر مغلوبہ اسلامی ریاست چاروں طرف اسلامی حکومتوں کے درمیان گھری ہوئی ہے‘وہ اسلامی مغلوبہ ریاست دارالحرب نہیں بنے گی۔

اگر اسلامی مغلوبہ ریاست میں مسلم اور ذمی سابقہ اسلامی امان کے ساتھ مامون اور محفوظ ہوں‘وہ مغلوبہ اسلامی ریاست دارالحرب نہیں بنے گی۔

لہذا دارالاسلام کی تعریف یہ ہوئی‘جہاں بالفعل اسلامی حکومت قائم ہو یا بالفعل اسلامی حکومت کے بعد حکومت کافروں کی قائم ہوجائے مگر اسلامی شعائر پر پابندی نہ ہو یا چاروں طرف اسلامی حکومتوں میں محیط ہو یا مسلم اور ذمی سابقہ امان کے ساتھ مامون اور محفوظ ہوں۔

یہ تعریف فقہاء کرام اور امام اہلسنت کی تحقیق کی روشنی میں کی گئی ہے‘اس تعریف کے تناظر میں دارالحرب اور دارالاسلام کی تعیین کی جاسکتی ہے اور اسی پر فتوی ہے‘اور اعلی حضرت کی تحقیق

آخری تحقیق ہے۔فتاوی رضویہ باب الجمعہ میں انہوں نے بار بار بیان فرمایا' کافروں کے وہ ممالک جہاں ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک کبھی مسلمانوں کی حکومت نہیں آئی وہ ممالک دارالحرب ہیں' خواہ ان ممالک میں ہزاروں مساجداور لاکھوں مسلمان رہتے ہوں' پھر امام اہلسنت نے ابہام دور کرتے ہوئے یورپی ممالک کے ناموں کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ ممالک دارالحرب ہیں جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

ہمارے خیال میں اعلی حضرت کی تحقیق بالکل صحیح ہے کیونکہ زمین پر اسلام کے آنے سے پہلے پوری دنیا دارالکفر تھی' ہجرت کے بعد روئے زمین پر مدینہ منورہ پہلی اسلامی ریاست وجود میں آئی' اس وقت مکہ مکرمہ بھی دارالحرب تھا' اگر چہ صلح حدیبیہ کے بعد اہل مکہ اہل حرب کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم ہوگئے تھے پھر بھی مکہ مکرمہ دارالحرب رہا اور حسب معاہدہ مکہ والوں کے ساتھ قتال ایک مدت تک موقوف ہوگیا تھا' ایسی صورت میں دارالحرب کو دارالہدنہ اور دارالمعاہدہ یا دارالامن بھی کہا جاتا ہے' مگر صرف امن کے معاہدہ اور سفارتی تعلقات قائم ہونے سے دارالحرب ہونے سے دارالحرب خارج نہیں ہوتا اور دارالاسلام نہیں ہو جاتا۔

اسی وجہ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں نے جمعہ اور عیدین شروع نہیں فرمائی تھیں' کیونکہ دارالحرب میں جمعہ اور عیدین واجب یا صحیح نہیں ہوتیں لہذا مکہ مکرمہ فتح تک دارالحرب رہا' اگر چہ صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ کے مسلمانوں اور مکہ مکرمہ کے مشرکین کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہوگئے تھے مگر مکہ مکرمہ کے دارالحرب ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا ورنہ صلح کے بعد ہجرت فرض نہ ہوتی اور مکہ مکرمہ فتح کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور حضرت ابوسفیان سے تجدید عہد کر لیا جاتا۔

معلوم ہوا مختلف ممالک میں بین الاقوامی معاہدات اور سفارتی تعلقات سے حربی ممالک حربیت سے خارج نہیں ہوتے۔

فقہاء کرام نے فرمایا دنیا میں صرف دو دار ہیں:

دارالحرب اور دارالاسلام مگر دارالحرب والوں کے ساتھ جب امن وامان اور ترک قتال پر معاہدہ

ہو جائے تو وہ دار المصالحۃ اور دار المعاہدہ کہلاتا ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ دار الحرب والوں کے ساتھ دائمی طویل مدت کے لئے صلح نہ کریں۔ جیسا کہ سرور دو عالم ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ صرف دس سال کے لئے مصالحت فرمائی تھی، اور معاہدہ ہوا تھا کہ دس سال تک دونوں فریق قتال سے اجتناب کریں گے اسی مصالحت کی مدت میں مسلمانوں کو جو فوائد حاصل ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا تھا اور فرمایا: ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' (سورۃ فتح) پھر مشرکین نے خود معاہدہ توڑ دیا مسلمانوں کے حلیفوں پر اہل مکہ کے حلیفوں نے حملہ کر کے قتال (جو ایک عرصہ سے بند تھا) شروع کر دیا اور معاہدہ توڑ دیا گیا۔

جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے فرمایا ہمارے حلیف مقتولوں کا خون بہا دیا جائے یا اہل مکہ اپنے حلیفوں سے الگ ہو جائیں ہم ان سے بات کر لیں گے یا پھر حدیبیہ کا صلح نامہ کا اگریمنٹ توڑ دیا جائے تو مشرکین نے آخری شق اور پوائنٹ اختیار کیا اور معاہدہ توڑ دیا پھر مشرکین نادم ہوئے تو حضرت ابوسفیان کو معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ منورہ بھیجا لیکن تجدید نہ ہو سکی، پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، مکہ مکرمہ بھی دار الحرب سے خارج ہو کر دار الاسلام کا حصہ بن گیا پھر جہاں جہاں اسلامی فتوحات ہوتی گئیں وہ علاقے دار الاسلام میں داخل ہوتے گئے مگر وہ ملک یا علاقے جہاں کافروں کی حکومتیں قائم تھیں اور وہاں آج تک اسلامی حکومت نہیں آئی اور مسلمانوں حکمرانوں نے اسے فتح نہیں کیا وہ علاقے اس طرح دار الحرب رہے جیسے پہلے تھے، ان ملکوں کو دار الحرب ہونے سے مسلمانوں کے کسی عمل نے خارج نہیں کیا صرف مسلمان ملکوں کے ان ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات اور معاہدات قائم ہو جانے سے یہ ممالک دار الاسلام نہیں بن سکتے لہٰذا امریکہ، برطانیہ اور یورپی ممالک دار الحرب ہیں جیسا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔

علامہ سعیدی سے گذارش:

حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم ''تبیان القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ سفارتی تعلقات اور امن وامان اور مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان ممالک میں مساجد اور مدارس اور مسلمانوں کے رہنے سے یہ ملک دار الحرب نہیں رہے اور دار الاسلام بھی نہیں بلکہ دار الکفر ہیں

اور حکما دارالاسلام ہیں۔علامہ صاحب کی یہ تحقیق صحیح نہیں ہے اور اصطلاح جدید ہے کہ یورپی ممالک دارالکفر ہیں اور حکما دارالاسلام ہیں اور حقیقی دارالحرب اور حقیقی دارالاسلام کے درمیان واسطہ ہیں' یہ ان کی اپنی اختراعی تحقیق ہے۔ایسی تحقیق علمائے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کی کتاب میں ہمیں نظر نہیں آئی بلکہ تمام کتب فقہ میں دار کی دو قسموں کا ذکر ہے' دارالحرب یا دارالاسلام اور بس۔علامہ سعیدی صاحب تبیان القرآن میں لکھتے ہیں''آج کل جتنے کافر ملک ہیں' کسی میں ایسے حالات نہیں ہیں' ہوسکتا ہے اسرائیل میں یہ کیفیت ہو اس لئے ان ممالک سے ہجرت کرنا واجب نہیں ہے مغربی جرمنی' کینیڈا' فرانس اور ہالینڈ میں رہنے والے مسلمان پاکستان سے زیادہ مامون اور محفوظ ہیں یہ تمام ملک دارالکفر ہیں اور جن ملکوں سے بالفعل حالت جنگ برپا ہو وہ دارالحرب ہیں اور جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور ان میں نظام اسلام جاری کرنے کی صلاحیت ہو وہ دارالاسلام ہیں''۔(۱/۲۷۷)

علامہ سعیدی کی دلیل ''ہجرت فرض نہ ہونا'' غلط ہے:

ہمارے علماء نے فرمایا دارالحرب سے ہجرت اس وقت فرض ہوتی ہے جب مسلمانوں کے لئے دارالحرب میں امن نہ ہو اس لئے ان ممالک سے ہجرت کا فرض نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ یورپی ممالک امریکہ اور برطانیہ دارالحرب نہیں ہیں۔علامہ سعیدی کے نزدیک اگر مطلق امن اور سلامتی کا ہونا دارالحرب نہ ہونے کی دلیل ہو تو حالت جنگ میں بھی مسلمان یورپی ممالک میں محفوظ ہوتے ہیں۔حال ہی میں عراق اور افغانستان کے ساتھ اتحادی ملکوں کی جنگ اور حرب جاری تھی مگر حالت جنگ میں بھی ان ملکوں میں رہنے والے مسلمان محفوظ تھے۔کیا سعیدی صاحب کا بالفعل حرب کا استثناء مفید رہے گا؟ امریکہ کا صدر بش تو کہتا ہے مسلمانوں کے ساتھ ہلال اور صلیب کی جنگ ہے مگر ہمارے حضرت صاحب امن کی وجہ سے امریکہ کو حکما دارالاسلام کہتے ہیں۔شاید علامہ سعیدی کے نزدیک اس حرب میں بھی امریکہ اور اتحادی حکما دارالاسلام ہیں' حالانکہ خود فرما رہے ہیں مسلمانوں کی جن ملکوں سے بالفعل جنگ برپا ہو وہ دارالحرب ہیں تو کیا ان حالات میں مسلمانوں کے محفوظ رہنے کو دیکھیں اور ان ملکوں کو حکما دارالاسلام سمجھیں یا بالفعل حرب کو دیکھیں اور ان ملکوں کو دارالحرب کہیں اس

☆اعتن بنظافة ثوبك وحسن رائحتك وترتيب مظهرك مع السواك والطيب.☆

تعارض کا کیا جواب ہے؟ (رفیق حسنی)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات:

شمس الائمہ سرخسی دارالحرب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں: ایک یہ کہ 'اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمان کا کوئی ملک نہ ہو۔ دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان مال اور عزت محفوظ نہ ہو اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ 'اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس ملک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسرِ جنگ ہوں اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا' وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا' ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ ملک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں' تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں' پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں' مسلمانوں کی جان و مال و عزت محفوظ ہے بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی اجازت ہے اور آزادی ہے جیسے امریکہ' برطانیہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقی ممالک یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے' لیکن یہ حکماً دارالاسلام ہیں حقیقتاً دارالکفر ہیں' بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ ملک حقیقتاً دارالاسلام ہیں نہ دارالحرب بلکہ

☆لا تقرا بعض الكتب التي تربي التشاؤم والاحباط واليأس والقنوط. ☆

دارالکفر ہیں' کافروں کی حکومت کی وجہ سے کبھی ان پر دارالحرب کا اطلاق کردیا جاتا ہے اوراسلامی احکام پرعمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔(تبیان القرآن۔ص:۱/۹۹۰۔فرید بک اسٹال'لاہور)

علامہ صاحب شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں' انگلینڈ اورامریکہ وغیرہ دارالکفر ہیں یا دارالحرب؟ ہم نے ذکر کیا ہے کہ دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اس لئے دارالحرب کی تعریف سمجھنا ضروری ہے۔علامہ سرخسی نے دارالحرب کی حسب ذیل تعریف کی ہے:

"الحاصل ان عندابی حنیفةانما تصیر دارهم دارالحرب بثلاث شرائط احدهاان تکون متاخمةارض الشرک لیس بینهاوبین ارض الحرب دارالمسلمین والثانی ان لایبقی فیهامسلم امن بایمانه ولاذمی بایمانه والثالث ان یظهرواحکام الشرک فیها" (بحوالہ المبسوط۔ج:۱۱'ص:۱۱۴۔مطبوعہ دارالمعرفت'بیروت الطبقۃ الثالثۃ'۱۳۹۸ء۔شرح صحیح مسلم۔ص:۳/۱۰۱۷۔مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:"(صاحب کتاب کی جانب سے)حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (کافروں کا ملک) تین شرطوں سے دارالحرب ہوتا ہے۔ایک یہ کہ'وہ ملک کفار کی سرزمین سے متصل ہواور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ'وہاں مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ نہ ہوں اور نہ ہی کسی ذمی کوامان ہو۔اورتیسری شرط یہ ہے کہ'وہاں احکام شرک کا غلبہ ہو۔(بعینہ)۔"

پھرفرماتے ہیں دارالحرب میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان کواسلام اورایمان کی وجہ سے اپنی جان ومال اورعزت وآبرو کا خطرہ ہواوراس ملک میں وہ بحیثیت مسلمان نہ رہ سکتا ہواورمسلمان کے ساتھ وہاں عملاً جنگ اورحرب کی کیفیت ہو جیسے کسی زمانہ میں اسپین تھا ایسے ملک سے اس پرہجرت کرنا فرض ہے اورانگلینڈ اورامریکہ اورجرمنی وغیرہ دارالکفر ہیں دارالحرب نہیں ہیں'ان ممالک سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہے اورچونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کواسلامی احکام پرعمل کرنے کی آزادی

ہے اس لئے ان ممالک میں جمعہ اور عیدین وغیرہ جائز ہیں اور کفار سے سود لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے اس مسئلہ پر مکمل بحث انشاءاللہ کتاب الربا میں بیان کریں گے۔

علامہ سعیدی نے کتاب الربا میں پھر مبسوط کی یہی عبارت کتاب الربا جلد رابع میں نقل کی اور اسی عبارت کی بنیاد پر اپنے مؤقف کی ساری عمارت تعمیر فرمائی اور لکھا امریکہ اور برطانیہ اور ہالینڈ اور جرمنی اور افریقی ممالک کے لئے لکھا دارالحرب نہیں ہیں حتی کہ ان ملکوں کو حکما دارالاسلام قرار دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''کافروں کے جس ملک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کی آزادی ہو وہاں جمعہ اور عید کا قیام جائز ہے اور اسی وجہ سے وہ علاقہ حکما دارالاسلام ہے نہ کہ حقیقۃ دارالاسلام ہے اور نہ حقیقۃ دارالحرب ہے۔

امام اہلسنت اعلی حضرت نے تقسیم سے پہلے انگریزوں کی حکومت میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا۔ علامہ سعیدی اپنے مؤقف کی تائید میں اعلی حضرت کا مؤقف پیش کرکے ہندوستان پر امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کو قیاس کررہے ہیں حالانکہ اعلی حضرت صراحت کے ساتھ یورپی ممالک کو دارالحرب فرما چکے ہیں جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ صاحب لکھتے ہیں قبل از تقسیم ہندوستان کو جن علماء (علامہ سعیدی کی مراد شاید اعلی حضرت الشاہ احمد رضا خان ہیں) دارالاسلام قرار دیا تھا اس کا بھی یہی مطلب تھا۔ (ص:۴/۳۹۸)

علامہ سعیدی کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش:

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علامہ سعیدی صاحب نے قصدا یا سہوا مبسوط کی اس عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر مطلق دارالحرب کی تعریف پر محمول کیا ہے اور ''تصیر دارھم دار الحرب'' کے ترجمہ کی عبارت میں ان قرائن سے اغماض کیا جن سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ شرائط دارالحرب اصلی کے نہیں ہیں اور علامہ صاحب نے کافروں کا ملک تین شرطوں سے دارالحرب ہوتا ہے کے ساتھ کیا یعنی ،ھم، ضمیر کا مرجع اصلی کافروں کو بنایا حالانکہ مبسوط کی عبارت میں اس کا مرجع مرتدین ہیں۔

مبسوط میں علامہ سرخسی نے باب المرتدین (مرتد خواتین اور مرتد رجال وغیرہا) کی مختلف صورتیں اور مسائل ذکر کرتے ہوئے ایک صورۃ کا ذکر اس طرح فرمایا۔ حضرت شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

"قوم ارتدواعن الاسلام وحاربواالمسلمین وغلبوامدینة من مدائینهم فی ارض الحرب ومعهم نساء هم وذراویهم ثم ظهرالمسلمون علیهم فانهم یقتل رجالهم وسبی نساء هم وذراریهم والحاصل ان عندابی حنیفةانماتصیر دارهم دارالحرب بثلاثة شرائط......الخ"

ترجمہ: ایک قوم اسلام سے مرتد ہوگئی اور کافر ہوگئی اورانہوں نے مسلمانوں کے ساتھ محاربہ کی اورحرب کی زمین میں مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر پر غالب آ گئے اوران مرتد لوگوں کے ساتھ عورتیں اوراولادیں بھی تھیں پھرمسلمان ان مرتدوں پر غالب آ گئے پس بے شک مرتدوں کے مردوں کو قتل کیا جائے گااوران کی عورتوں اوربچوں کوقیدی بنالیا جائے گااور حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ان مرتدین کے قبضہ میں دارالاسلام دارالحرب میں تین شرطوں کے ساتھ تبدیل ہوجائے گا۔۔۔

اہل علم پر مذکورہ ترجمہ سے واضح ہے کہ یہ اس دارالحرب کی شرطوں کا بیان ہے جو پہلے دارالاسلام تھا'مسلمان مرتد ہو گئے تھے اورایک شہر پرغلبہ حاصل کرلیا تھااور ہماری بحث اس دارالحرب میں ہے جس میں اصلی کافروں کی حکومت قائم چلی آ رہی ہوآج تک مسلمانوں کی حکومت نہ ہوسکی ہو۔

اس عبارت میں تصیر (کہ وہ شہردارالحرب ہوجائے گا) کے لفظ سے واضح ہے کہ وہ دار پہلے دارالحرب نہیں تھی پھردارالحرب بنی اوراس اسلامی دارکادارالحرب میں تبدیل ہونے کی شرائط کا ذکر ہے پھراس میں دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی مومن اپنی سابقہ امان اورسلامتی اورکوئی ذمی سابقہ امان اورسلامتی کے ساتھ امان والا نہ رہے اس شرط میں ذمی کاذکراس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرطیں اس دارکی ہیں جودارالحرب ہونے سے پہلے اس میں ذمی رہتے تھے'اورذمی کافردارالاسلام میں رہتے ہیں لہذا یہ شرائط مطلق دارالحرب کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس دارالحرب کے ہیں جو پہلے دارالاسلام تھا۔ مذکورہ عبارت میں ایمان ہمزہ کی فتح کے ساتھ ہے اورعلامہ سعیدی صاحب نے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ والے لفظ کاترجمہ کیا۔

لفظ الحاصل دلالت کرتاہے کہ مابعد مذکور شرطیں اس دارالحرب کے لئے ہیں جو پہلے دارالحرب نہیں

☆الاتعلم ان فی الناس من فقد عقله 'اوصحته'اوهو محبوس او مشلول اومبتلی .☆

تھا بلکہ دارالاسلام تھا' چنانچہ اس عبارت کے بعد صاحب مبسوط نے مرتد لوگوں کے مقبوضہ شہر کے متعلق فرمایا:

"لکن ابوحنیفة یعتبر تمام القهر و القوة لان هذه البلدة کانت دار من دار الاسلام محرزة مسلمین فلا یبطل ذالک الاحراز الا بتمام القهر من المشرکین و ذالک باستجماع الشرائط الثلاث لانها اذا لم تکن متصلة بالشرک فاهلها مقهورون باحاطة المسلمین بهم من کل جانب فکذالک ان بقی فیها مسلم او ذمی امن فذالک دلیل عدم القهر منهم و هو نظیر ما لو اخذوا مال المسلم فی دار الاسلام لا یملکونها قبل الاحراز بدارهم لعدم تمام القهر ثم ما بقی شیء من اثار الاصل فالحکم له دون العارض کالمحلة اذا بقی فیها واحد من اصحاب الخطة فالحکم له دون السکان و المشترین و هذه الدار کانت دار الاسلام فی الاصل فاذا بقی فیها مسلم او ذمی فقد بقی اثر من اثار الاصل فیبقی ذالک الحکم و هذا اصل لابی حنیفة حتی قال اذا اشتد العصیر و لم یقذف بالزبد لا یصیر خمر البقاء صفة السکون"(مبسوط۔ص:۱۰/۱۲۱۔باب المرتدین)

ترجمہ:لیکن امام ابوحنیفہ تمام (مکمل) قہر وغلبہ اور قوت کا اعتبار کرتے ہیں' اس لئے کہ یہ شہر دارالاسلام میں سے ایک دار تھا یعنی اسلامی شہر تھا' یہ شہر مسلمانوں کو تحفظ اور امن دینے والا تھا یہ امن اور تحفظ باطل نہیں ہوگا مگر مشرکین کے قہر اور غلبہ کے مکمل اور تمام ہونے کے بعد اور تحفظ کا بطلان تین شرطوں کے جمع ہونے پر ہوتا ہے اس لئے کہ اگر وہ شہر جس پر مرتدین نے قبضہ کیا ہے وہ دارالشرک اور دارالکفر کے شہروں کے ساتھ متصل نہ ہو ان سے جدا ہو تو اس شہر کے اہل یعنی مرتد مسلمانوں کے شہروں کے ہر جانب احاطہ کی وجہ سے مقہور ہوں گے یعنی وہ شہر دارالحرب نہیں ہو پائے گا' مرتدین کا غلبہ عارضی ہوگا اور اسی طرح اگر اس مقبوض شہر میں کوئی مسلم یا ذمی امان اور سلامتی کے ساتھ باقی ہوا تو یہ دلیل ہے اس امر کہ ان مرتدین کی جانب سے غلبہ اور قہر مکمل اور تام نہیں ہوا اور یہ تفصیل اس صورت کی نظیر ہے کہ حربی کافر دارالاسلام میں مسلمان کا مال قبضہ میں لے لیں وہ اس مال کے مالک نہیں ہو پائیں گے' اپنے دارالحرب میں احراز اور محفوظ کر لینے سے پہلے کیونکہ حربیوں کا مسلم کے مال پر قبضہ

مکمل نہیں ہوا پھر جب تک اصل (دارالاسلام) کے آثار اور احکام سے کوئی چیز باقی ہوگی حکم اور اعتبار اسی اصل کا ہوگا یعنی وہ دارالاسلام رہے گا (اور اگر دارالحرب اصل تھا تو اعتبار دارالحرب کا ہوگا) نہ عارض ہونے والے امر کا جیسے ایک محلّہ ہے اس میں جب تک کوئی ایک صاحب خطہ اصلی مالک (کے لئے حکومت نے خط کھینچا اور اس کا مالک بنایا) میں سے محلّہ میں باقی رہتا ہے حکم اس مالک کا ہوتا ہے عارضی سکونت دار اور خریداروں کا اعتبار نہیں ہوتا اور یہ دار اصل میں دارالاسلام تھا پس جب تک اس میں ایک مسلم یا ذمی ہوگا اصل کے آثار سے اثر باقی ہوگا پس اس کا حکم کہ وہ دارالاسلام ہے، بھی باقی رہے گا۔

میں (رفیق حسنی) اس جگہ کہتا ہوں اور اگر اصل میں وہ شہر دارالحرب تھا اور دارالحرب کے آثار میں سے کوئی اثر (شرک کا حکم) یا حربی کافر اس میں باقی رہے گا تو وہ دارالحرب رہے گا۔ اگر چہ اس شہر میں مساجد اور مدارس اور جمعے اور عیدین ہوتے ہوں (جیسا کہ امام اہلسنت اعلی حضرت نے فرمایا)۔ اور امام ابوحنیفہ کا یہی ضابطہ اور اصل ہے حتی کہ آپ نے فرمایا جب عصیر (انگوروں کا شیرہ) سخت ہو جائے اور جھاگ نہ چھوڑے وہ خمر نہیں ہوگا کہ اس میں سکون یعنی جھاگ نہ چھوڑنے کی صفت باقی ہے، یعنی جب عصیر کا اصل خمر نہیں ہے تو جب تک عصیر کی صفت سکون باقی رہے گی صفت زبد پیدا نہ ہوگی اس وقت تک وہ خمر نہیں ہوگا اگر چہ گاڑھا ہو جائے۔

یہی امام صاحب کا ضابطہ ہے یعنی جب اصل ثابت الوجود کے آثار میں سے کوئی اثر باقی ہو اور بتمامہ زائل نہ ہو تو اس اصل کا اعتبار ہوگا لہٰذا اگر پہلے کوئی ملک یا شہر یا علاقہ دارالحرب تھا اور اس کے آثار میں سے جب تک کوئی اثر باقی رہے گا وہ دارالحرب رہے گا اور جب وہ ملک دارالاسلام بن گیا جب تک دارالاسلام کے آثار میں سے کوئی اثر باقی ہوگا وہ دارالاسلام رہے گا۔

امام اہلسنت اعلحضرت نے تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان کے متعلق یہی فتوی دیا تھا اور فتاوی رضویہ میں یہی مذکور ہے کہ متحدہ ہندوستان جب دارالاسلام تھا پھر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے شرک کے احکام کو غلبہ نہیں دیا، اسلامی شعائر عیدین اور جمعہ کو رہنے دیا اور مسلمان اور ذمی سابقہ اسلامی امن کے ساتھ حسب سابق رہتے رہے تو ہندوستان دارالحرب نہیں بنے گا مگر علامہ صاحب نے اس کا غلط نتیجہ نکالا کیونکہ متحدہ ہندوستان کو علمائے دیوبند دارالحرب کہتے تھے، امام اہلسنت نے لکھا کہ جب متحدہ

ہندوستان کا مغلیہ سلطنت کے وقت دارالاسلام ہونا وجود میں آ گیا' اب انگریزوں کی حکومت آنے کے بعد اسلامی آثار باقی ہیں' انہوں نے مساجد اور مدارس اور عیدین اور جمعوں پر پابندی نہیں لگائی لہذا متحدہ ہندوستان دارالحرب میں تبدیل نہیں ہوگا اور یہی مبسوط کی عبارت کا مفہوم ہے۔ امام اہلسنت نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے وقت یہ بھی لکھ دیا کہ یورپی ممالک دارالحرب ہیں۔ مبسوط کی مذکورہ عبارت سے علامہ سعیدی کا استدلال باطل ہوگیا اور تعجب اس پر ہے کہ انہوں نے ایسی عبارت جس میں اعلی حضرت کی تائید تھی' اس عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اعلی حضرت کی تردید میں پیش کیا۔

اصل مسئلہ کی وضاحت:

دارالحرب کی دو قسمیں ہیں ایک دارالحرب اصلی جہاں آج تک اسلامی حکومت نہیں آئی اور اس میں دارالحرب کے آثار غیر اسلامی آئین اور شرک اور کفر باقی ہیں بلکہ حکومت باقی ہے شرک اور کفر کے احکام نافذ اور جاری ہیں۔

اور دوسری قسم دارالحرب کی وہ ہے کہ پہلے وہ شہر یا ملک دارالاسلام تھا پھر کافر اس پر غالب آ گئے انہوں نے شرک کے احکام غالب اور نافذ کر دیے اور اسلامی شعائر کو ختم کر دیا جیسا کہ اسپین میں یا خوارزم میں ہوا تھا جب اسلامی ملک پھر دارالحرب بن جائے تو ہمیشہ دارالحرب رہے گا جب تک دارالحرب کی حکومت قائم رہے گی۔

احسن الفتاوی میں ہے دارالحرب وہ علاقہ ہے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں احکام اسلام اور اسلامی نظام نافذ کرنے کی قدرۃ نہ ہو۔

اسلامی نظام کا نفاذ حکومت کے ذریعے ہوتا ہے اس تعریف کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہاں اسلامی حکومت قائم ہو تو دارالاسلام ہوگا۔

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست دنیا میں پہلا دارالاسلام تھا اس وقت باقی دنیا دارالحرب تھی مگر پھر جہاد کے ذریعے مسلمانوں نے بلاد کثیرہ کو دارالاسلام میں داخل کیا مگر جو علاقے اسلامی حکومت کے تحت فتح نہیں ہوئے وہ اسی طرح اصلی دارالحرب رہے۔

کیا علامہ سعیدی صاحب کے نزدیک برطانیہ اور امریکہ میں اسلامی نظام نافذ ہے؟ (جاری ہے)

....

☆اعف عمن ظلمك وصل من قطعك واعط من حرمك واحلم علی من اساء الیك تجد السرور والامن.☆